سلسلۂ اشاعتِ مخطوطاتِ اُردو : دہلی یونی ورسٹی ، نمبر ۱

عمدۂ منتخبہ

یعنی

تذکرۂ سَرُوَرْ

تالیف

نواب اعظم الدولہ

میر محمد خاں بہادر سرور

ابن نواب اعظم الدولہ ابو القاسم بہادر مظفر جنگ

مع مقدمہ از

ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی

پروفیسر و صدر شعبۂ اُردو دہلی یونی ورسٹی

Adabi Duniya
ALIGARH.
1961

۱ـ بتاں جو ہجر کی باتیں ہمیں سناتے ہیں
۲ـ قصور ان کا نہیں یہ خدا کی باتیں ہیں

اسد اسد تخلص، اسد اللہ خاں، عرف میرزا نوشہ ـ اصلش از سمرقند، مولدش ۳ـ مستقر الخلافۂ اکبر آباد ـ جوانِ قابل و یارباش و دردمند ـ ہمیشہ بہ خوش معاشی بسر بردہ ـ ذوق ریختہ گوئی در خاطر متمکن ـ غم ہاے عشق مجاز [؟] تربیت یافتۂ غم کدۂ نیاز ـ در فنِ سخن سنجی متبعِ محاورات میرزا عبد القادر بیدل علیہ الرحمہ و ریختہ در محاوراتِ فارسی موزوں می کند ـ بالجملہ موجدِ طرزِ خود ست و با راقم رابطۂ یک جہتی مستحکم دارد ـ اکثر اشعارش از زمینِ سنگ لاخ بہ مضامینِ نازک موزوں گشتہ ـ زویۂ خیال بندی بیش از بیش پیش نہادِ خاطر دارد ـ از نتائجِ طبعِ اوست (ورق ٤٦ ب)

شمشیر صاف یار جو زہر آب دادہ ہو
وہ خطِ سبز ہے کہ بہ رخسار سادہ ہو

دیکھتا ہوں اسے تھی جس کی تمنا مجھ کو
آج بیداری میں ہے خواب زلیخا مجھ کو

آئے ہیں پارہ ہاے جگر درمیان اشک
لایا ہے لعل بیش بہا کاروان اشک

آنسو کہوں کہ آہ سوار ہوا کہوں
ایسا عناں گسیختہ آیا کہ کیا کہوں

ہنستے ہیں دیکھ دیکھ کے سب ناتواں مجھے
بہ رنگِ زرد ہے چمنِ زعفراں مجھے

---

(۱) بتاں جو غیر کی باتیں الخ (نغز ص ٦۳)
(۲) کچھ اس کا دوس نہیں یہ خدا کی باتیں ہیں (نغز ص ٦۳) کچھ ان کا دوس نہیں یہ الخ (حسن ص ۸، مخزن ص ۱۹) کچھ ان کا دوس نہیں ہو خدا کی باتیں ہیں (چمنستان ۲۸)
(۳) اشپرنگر نو تذکرہ سرورکو حوالو سو لکھا ہو کہ غالب دھلی میں پیدا ہوئو تھو جو درست نہیں ـ ملاحظہ ہو ـ (یادگار ص ۲۲)

سناتے ہیں
باتیں ہیں

ا نوشه۔ اصلش از سمرقند،
یارباش و دردمند۔ همیشه
خاطر متمکن۔ غم ہاے عشق
سنجی متبع محاورات میرزا
ات فارسی موزوں می کند۔
ک جہتی مستحکم دارد۔ اکثر
زوں گشته۔ زویهٔ خیال بندی
طبع اوست (ورق ٤٦ ب)

داده ہو
ر ساده ہو
تمنا مجھ کو
یخا مجھ کو
رمیاں اشک
اروان اشک
ہوا کہوں
کیا کہوں
ناتواں مجھے
عفراں مجھے

) کچھ ان کا دوس نہیں یه الخ
کی باتیں ہیں (چمنستان ۲۸)
پیدا ہوئر تھی جو درست نہیں۔ ملاحظه
ہو۔ (یادگار ص ۲۲)

دیکھ وہ برق تبسم بس کہ دل بے تاب ہے
دیدۂ گریاں مرا فوارۂ سیماب ہے

کھول کر دروازۂ مے خانہ بولا مے فروش
اب شکستِ توبہ مے خواروں کو فتح الباب ہے

مجلسِ شعلہ عذاراں میں جو آجاتا ہوں
شمع ساں میں تہِ دامانِ صبا جاتا ہوں

ہووے ہے جادۂ رہ رشتۂ گوہر ہر گام
جس گزرگاہ سے میں آبلہ پا جاتا ہوں

سرگراں مجھ سے سبک روکیے نہ رہنے سے رہو
کہ بہ یک جنبشِ لب مثلِ صدا جاتا ہوں

اک گرم آہ کی تو ہزاروں کے گھر جلے
رکھتے ہیں عشق میں یہ اثر ہم جگرِ جلے

پروانے کا نہ غم ہو تو پھر کس لیے اسد
ہر رات شمع شام سے لے تا سحر جلے

[1]۔ جگر سے ٹوٹی ہوئی ہوگئی سناں پیدا
دہانِ زخم میں آخر ہوئی زباں پیدا

[2]۔ خوباں کے چاہنے کے میں قابل نہیں رہا
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

نیازِ عشق خرمن سوزِ اسبابِ ہوس بہتر
جو [3]۔ ہوجاوے نثارِ برق مشت خار و خس بہتر (ورق ٤٧ الف)

یاد آیا جو وہ کہنا کہ نہیں واہ غلط
کی تصور نے بہ صحرائے ہوس راہ غلط

(۱) جگر سی ٹوٹی ہوئی ہو گئی ہی سناں پیدا (دیوان غالب ص ۲۹۳)
(۲) عرض نیاز عشق کی قابل نہیں رہا (دیوان غالب ص ۱۵۳)
(۳) جو ہو جائی (دیوان غالب ۲۹۵)

گلشن میں بندوبست بہ [1]ضبطِ دگر ہے آج
قمری کا طوق حلقۂ بیرون در ہے آج

اس جفا مشرب پہ عاشق ہوں کہ سمجھے ہے اسد
[2]خونِ زاہد کو مباح اور مالِ صوفی کو حلال

[3]کہتا تھا کل وہ نامہ رساں سے بہ سوزِ دل
دردِ جدائی اسد اللہ خاں نہ پوچھ

اسد کو بوریے میں دھر کے پھونکا موجِ ہستی نے
فقیری میں بھی باقی ہے شرارت نوجوانی کی

شکل طاؤس گرفتار بنایا ہے مجھے
ہوں میں [4] وہ دام کہ سبزے میں چھپایا ہے مجھے

ماہِ نو ہوں کہ فلک عجز سکھاتا ہے مجھے
عمر بھر ایک ہی پہلو پہ سلاتا ہے مجھے

پھر کچھ اک دل کو بے قراری ہے
سینہ جویاے زخمِ کاری ہے

پھر جگر کھودنے لگا ناخن
آمدِ فصلِ لالہ کاری ہے

قبلۂ مقصدِ نگاہِ نیاز
پھر وہی پردۂ عماری ہے

چشم دلال جنسِ رسوائی
دل خریدارِ ذوقِ خواری ہے

---

(۱) بہ رنگ دگر (دیوان غالب ص ۱٦٥)
(۲) مالِ سنی کو مباح اور خونِ صوفی کو حلال (دیوان غالب ص ٥۲)
(۳) کہتا تھا کل وہ محرم راز اپنی سو کہ آہ (دیوان غالب ص ۷۰)
(٤) ہوں وہ گل دام کہ سبزی میں چھپایا ہو مجھو (دیوان غالب ص ۱۰۷)

وہ ھی صد رنگ نالہ فرسائی
وہ ھی صد گونہ اشک باری ھے

دل ھوائے خرامِ ناز سے پھر
محشرستانِ بے قراری ھے

جلوہ پھر عرضِ ناز کرتا ھے
روز بازارِ جاں سپاری ھے

پھر اسی بے وفا پہ مرتے ھیں
پھر وھی زندگی ھماری ھے (ورق ٤٧ ب)

۱ـ کب سنے ھے وہ کہانی میری
اور پھر وہ بھی زبانی میری

خلشِ غمزۂ خوں ریز نہ پوچھ
دیکھ خوں نابہ فشانی میری

کیا بیاں کر کے مرا روئیں گے ۲ـ لوگ
مگر آشفتہ بیانی میری

عشرتِ قطرہ ھے دریا میں فنا ھوجانا
درد کا حد سے گزرنا ھے دوا ھوجانا

تجھ سے قسمت میں مری صورتِ قفلِ ابجد
تھا لکھا بات کے بنتے ھی جدا ھوجانا

اب جفا سے بھی ھیں محروم ھم اللہ اللہ
اس قدر دشمنِ اربابِ وفا ھوجانا

دل سے مٹنا تری انگشت حنائی کا خیال
ھوگیا گوشت سے ناخن کا جدا ھوجانا

---

(۱) کب وہ سنتا ھو کہانی میری (دیوان غالب ص ۲۳۰)
(۲) یار (دیوان غالب ص ۲۳۰)

ر ھے آج
ھے آج
ے ھے اسد
فی کو حلال
ہ سوزِ دل
نہ پوچھ
جِ ھستی نے
وجوانی کی
ے مجھے
یا ھے مجھے
ھے مجھے
ا ھے مجھے
ری ھے
ھے
ناخن
ھے
نیاز
ھے
رسوائی
ی ھے

(٥٢
)
ص ۱۰۷)

پھر کھلا ہے درِ عدالتِ ناز
گرم بازارِ فوج داری ہے

[1]- پھر ہوا ہے جہان میں اندھیر
زلف کی پھر سرشتہ داری ہے

پھر دیا پارۂ جگر نے سوال
ایک فریاد و آہ و زاری ہے

پھر ہوے ہیں گواہِ عشق طلب
[2]- بے قراری کا حکم جاری ہے

دل و مژگاں کا جو مقدمہ تھا
آج پھر اس کی روبکاری ہے

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

مشکل ہے ز بس کلام میرا اے دل
[3]- ہوتے ہوں ملول اس کو سن کر جاہل

آساں کہنے کی کرتے ہیں فرمائش
گویم مشکل و گر نہ گویم مشکل

حرف ب

بیدل | بیدل تخلص، [4]- میرزا عبد القادر علیه الرحمه، در عہدِ فردوس

(۱) ہو رہا ہی جہان میں اندھیر (دیوان غالب ص ٤٢٤)
(۲) اشک باری کا الخ (دیوان غالب ص ٤٢٤)
(۳) سن سن کو اسی سخن ورانِ کامل (دیوان غالب)
(٤) بیدل تخلص اکبر آبادی. اسمش مرزا عبد القادر، خلف مرزا عبد الخالق، از قبیله ارسلان تورانی الاصل، در اوایل حال از ملا کمال به کمالِ فن شعر و سخن پرداخته، به ارشاد آن رمز شناس رمزی تخلص قرار داده ـ شرف ملازمت محمد اعظم در یافته در همان ایام بیدل تخلص نامزد نمود ـ
(بقیه صفحه ۱۲۱ پر)

آرام گاه، درویشِ کامل از مقبولانِ درگاه صمدیت و احدیت بود۔ دلقِ تجرید را بسیار زیب و زینت بخشیده۔ همیشه مرجعِ خاص و عام مانده۔ خلقے فائده مند و بهره اندوز از انفاسِ متبرکش می شد۔ اکثر خوارقِ عادات که لازمهٔ قرب الهی (ست) از ایشان به ظهور می آمد۔ مختصر این که قلم و زبان هر قدر توصیفِ آں یگانهٔ زماں بر نگارد، کم ست۔ به طرفِ فارسی گوئی نهایت رغبت داشت، چنان چه تصانیف بسیار در نظم و نثر از ایشاں یادگار صفحهٔ روزگار مانده۔ به سببِ شهرت احتیاج به شرح و بسط نیست۔ گاه گاهے تفنناً شعرِ ریخته هم می فرمود تیمناً دو شعر از طبع زادش مرقوم گشت۔

مت پوچھ دل کی باتیں [1] ۔ وہ دل کہاں ھے ہم میں
اس [2] تخم بے نشاں کا حاصل کہاں ھے ہم میں
[3] جب دل کے آستاں پر عشق آن کر پکارا
پردے سے یار بولا بیدل کہاں ھے [4] ہم میں

(بقیہ صفحہ ۱۲۰ کا)

و نتائج ذهن صافی خود را به نظر شیخ عبد العزیز عزت تخلص که از مشاهیر شعرای آن عهد بودند، جلوه افروز می ساخت در سال یک هزار و یک صد و سی در عهد محمد شاه چهارم ماه صفر به روضهٔ رضوان خرامید (عشقی ص ۸۲) میرزا سیوم ماه صفر سنه ثلث و ثلاثین و مائة والف واصل حق شد۔ (چمنستان ص ٤٤) درمیان دهلی کی ۱۱۳۷ هجری کی فوت هوا (کریم‌الدین ص ٦٨) تورانی الاصل بخارائی مولد که در صغر سن به خاک هندوستان افتاده (نغز ص ۱۱۵)

(۱) یه دل (مخزن ص ۱۰) اب دل (نغز ص ۱۱۷)

(۲) اس جنس بے نشاں الخ (مخزن ص ۱۰)

(۳) اس دل کے آستاں پر جب عشق آ پکارا (سخن شعرا ص ۷٦) بیدل کو آستاں پر جب عشق آ پکارا (نغز ص ۱۱۷، کریم الدین ص ٦٨)

(٤) حسن عشقی شورش گلزار کریم الدین میں تینوں مصرعوں کی ردیف میں ،، ہم میں،، کو بجای ،، ہم ھیں،، هر